مختصر تاریخ عیسائیت

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

عیسائیت کی جو شکل آج دنیا میں معروف ہے اس کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس کا تفصیلی جواب بڑی حد تک تاریکی میں ہے، تاہم جو مواد ہمارے پاس موجود ہے اس کی روشنی میں اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی کے بعد آپ کے حواری مخالفتوں کے طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمہ تن دین عیسوی کی تبلیغ میں مصروف رہے، اور پے در پے پیش آنے والی رکاوٹوں کے باوجود انہیں خاصی پریشانی ہو رہی تھی۔

لیکن اس دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ہوا کا رخ موڑ دیا، واقعہ یہ تھا کہ ایک مشہور یہودی عالم ساؤل جو اب تک دین عیسوی کے پیروؤں پر شدید ظلم وستم ڈھاتا آیا تھا اچانک اس دین پر ایمان لے آیا، اور اس نے دعویٰ کیا کہ دمشق کے راستہ میں مجھ پر ایک نور چمکا، اور آسمان سے حضرت مسیحؑ کی آواز سنائی دی کہ "تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟" اس واقعہ سے متاثر ہو کر میرا دل دین عیسوی پر مطمئن ہو چکا ہے۔

ساؤل نے جب حواریوں کے درمیان پہنچ کر اپنے انقلاب کا اعلان کیا تو اکثر حواری اس کی تصدیق کرنے کیلئے تیار نہ تھے، لیکن سب سے پہلے برناباس حواری نے اس کی تصدیق کی، اور ان کی تصدیق سے مطمئن ہو کر تمام حواریوں نے اپنی برادری میں شامل کر لیا، ساؤل نے اپنا نام بدل کر پولس رکھ لیا تھا، اور اس واقعہ کے بعد وہ حواریوں کے ساتھ دوش بدوش دین عیسوی کی تبلیغ میں مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ اس کی انتھک محنت سے بہت سے وہ لوگ بھی دین عیسائیت میں داخل ہو گئے جو یہودی نہ تھے، ان کی خدمات کی وجہ سے اس دین کے پیروؤں میں پولس کا اثر ورسوخ بڑھ گیا، یہاں تک کہ اس نے رفتہ رفتہ ان لوگوں کو مسیح کی خدائی، کفارہ اور حلول وتجسم کے عقائد کی کھل کر تبلیغ شروع کر دی، تواریخ سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض حواریوں نے پولس کی کھل کر مخالفت کی، لیکن اس کے بعد حواریوں کی سوانح حیات بالکل اندھیرے میں ہے، اس کے بعد صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ پولس کا ہی اثر ورسوخ عیسائیت پر بڑھتا چلا گیا۔

دور ابتلاء: ابتدائی تین سے سو سال تک عیسائیت ایک مغلوب اور مقہور مذہب کی حیثیت سے دنیا میں موجود رہا، اس دور کو عیسائی مورخین دور ابتلاء کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس عرصہ میں عیسائیت پر سیاسی طور پر رومی مسلط تھے۔ اور مذہبی طور پر یہودی اور رومی اور یہودی انہیں طرح طرح سے ستانے پر متفق تھے، اس عہد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ عیسائی مذہب کا نظام عقائد و عبادات ابھی تک مدون نہیں تھا، اسی وجہ سے اس زمانے میں بے شمار فرقے عیسائی دنیا پر چھائے نظر آتے تھے۔

قسطنطین اعظم: ۳۰۲ء عیسائیت کی تاریخ میں بڑا خوشگوار سال ہے، اس لئے کہ اس سال میں شاہ قسطنطین اول روم کا بادشاہ مقرر ہو گیا تھا اور اس نے عیسائی مذہب قبول کر کے ہمیشہ کیلئے اسے مستحکم کر دیا، یہ پہلا موقع تھا کہ سلطنت کا بادشاہ عیسائیوں پر ظلم توڑنے کے بجائے ان کے مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا، اس نے قسطنطینہ، صور، یروشلم اور روم میں بہت سے کلیسا تعمیر کئے، اور عیسائی علماء کو بڑے بڑے اعزاز دے کر انہیں مذہبی تحقیقات کے لئے وقف کر دیا، اور اسی وجہ سے اس کی سلطنت میں اطراف و اکناف کے عیسائی علماء کی بڑی بڑی کونسلیں منعقد ہوئیں، جن میں عیسائی نظام وعقائد کو باضابطہ مدون کیا گیا، اس سلسلہ میں نیقاوی کونسل بنیادی حیثیت کی حامل تھی، جو ۳۲۵ء میں نیقیہ کے مقام پر منعقد کی گئی، اس کونسل میں پہلی بات تثلیث کے عقیدہ کو مذہب کا بنیادی عقیدہ تسلیم کیا گیا، اور اس کے منکر مثلاً آریوس وغیرہ کو مذہب سے خارج کر دیا گیا۔

اگرچہ نیقیہ کی اس کونسل نے مذہب کے بنیادی عقائد کو مدون کر دیا تھا۔ لیکن یہ عقائد کچھ اس قدر مبہم اور گنجلک تھے کہ ان کی تعبیرات میں عرصہ دراز تک شدید اختلاف جاری رہا۔ اور اس اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے مختلف مقامات پر علماء عیسائیت کی بڑی بڑی کونسلیں منعقد ہوئیں، چوتھی اور پانچویں صدی میں یہ مباحثے اپنے شباب پر تھے، اس لئے اس زمانے کو عیسائی مورخین ''عہد مجالس'' یا عہد مباحثات کہتے ہیں۔

قسطنطین سے گریگوری تک: ۳۱۳ء اور ۵۲۹ء تک کے عرصے میں عیسائی مذہب سلطنت روما پر چھا چکا تھا، اگرچہ بت پرستی کے مذاہب اس کے حریف بنے رہے، لیکن سلطنت میں عیسائی مذہب ہی کو عام رواج ہوا، اور اس عرصہ میں سلطنت روما کی مقننہ بھی مذہب سے بے حد متاثر ہوئی۔ اس زمانے کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے میں عیسائیت دو

سلطنتوں میں تقسیم ہوگئی، ایک سلطنت مشرق میں تھی جس کا پایہ تخت قسطنطینہ تھا، اور اس میں بلقان، یونان، ایشیائے کوچک، مصر اور حبشہ کے علاقے شامل تھے، اور وہاں کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا بطریرک کہلاتا تھا۔ اور دوسری سلطنت مغرب میں تھی، جس کا مرکز بدستور روم تھا، اور یورپ کا بیشتر علاقہ اسی کے زیر نگیں تھا، اور وہاں کا مذہبی پیشوا پوپ یا پاپا کہلاتا تھا، ان دونوں سلطنتوں اور مذہبی طاقتوں میں شروع سے ہی رقابت پیدا ہوگئی تھی، اور ان میں سے ہر ایک اپنی مذہبی برتری منوانا چاہتی تھی۔

اس عہد کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رہبانیت نے جنم لیا، جس کا بنیادی تصور یہ تھا کہ خدا کی رضامندی صرف دنیاوی جھمیلوں کو خیر باد کہہ کر حاصل کی جاسکتی ہے، نفس کو جس قدر تکلیف پہنچائی جائے گی انسان خدا کے اسی قدر قریب ہوگا، اگرچہ اس رجحان کے آثار چوتھی صدی سے ہی پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے، اور پانچویں صدی میں برطانیہ اور فرانس میں بہت سی خانقاہیں قائم ہونا شروع ہوگئی تھیں، لیکن پہلا راہب جس نے اسے باقاعدہ نظام بنایا، چھٹی صدی کا پاکم مصری ہے پاکم کے بعد باسیلیوس اور جیروم اس نظام کے مشہور لیڈر رہوئے ہیں۔

تاریک زمانہ: ۵۹۰ء میں گریگوری اول پوپ بنا تھا، اس کے وقت سے لیکر شارلمین ۸۰۰ء (۱۸۴ھ) تک کا زمانہ اس طویل عرصہ کی پہلی قسط ہے، جسے عیسائی مورخین تاریک زمانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس لئے کہ عیسائیت کی تاریخ میں یہ زمانہ سیاسی اور علمی زوال وانحطاط کا بدترین دور تھا اور عیسائیوں میں افتراق وانتشار کی وبائیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس زمانے کی دو اہم خصوصیتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس دور میں مغربی عیسائیوں نے یورپ کے مختلف خطوں میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کی، برطانیہ اور جرمنی وغیرہ کے علاقوں میں پہلی بار رومی عیسائیوں کو مذہبی فتح نصیب ہوئی، اور اس کے نتیجے میں چار صدیوں کی مسلسل کاوشوں کے بعد پورا یورپ عیسائی بن گیا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں اسلام کا آفتاب فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے نصف دنیا پر چھا گیا، مغرب میں مصر، افریقہ، اندلس اور صقلیہ اور مشرق میں شام اور ایران کی عظیم سلطنتیں مسلمانوں کی زیر نگیں آگئیں، اور اسی وجہ سے خاص طور پر مشرقی علاقوں میں

عیسائیت کا اقتدار دم توڑنے لگا

قرون وسطیٰ ۸۰۰ء (۱۸۴ھ) سے لے کر ۱۵۲۱ء (۹۲۸ھ) تک کا زمانہ قرون وسطیٰ تک کا زمانہ کہلاتا ہے، اس زمانے کی بنیادی خصوصیت وہ خانہ جنگی ہے جو پوپ اور شہنشاہ وقت کے درمیان عرصہ دراز تک جاری رہی۔ اس زمانے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ شارلمین سے لیکر گریگوری ہفتم تک کا زمانہ ۸۰۰ء (۱۸۴ھ) ۱۰۷۳ء (۴۶۶ھ) جس میں پاپائیت فروغ پارہی تھی۔

۲۔ گریگوری ہفتم سے بونیفیس ہشتم کا زمانہ ۱۰۷۳ء (۴۶۶ھ) تا ۱۲۹۴ء (۶۹۳ھ) جس میں پوپ کو مغربی یورپ کے اندر پورا اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔

۳۔ بونیفس ہشتم سے عہد اصلاح تک کا زمانہ ۱۲۹۴ء (۶۹۳ھ) تا ۱۵۱۷ء (۹۲۳ھ) جس میں پاپائیت کو زوال ہوا۔ اور اصلاح کی تحریکیں اٹھنا شروع ہوئیں۔

قرون وسطیٰ میں جو اہم واقعات پیش آئے ان کا ایک اجمالی خاکہ درج ذیل ہے:

۱۔ **نفاق عظیم**: نفاق عظیم تاریخ عیسائیت کی ایک اصطلاح ہے، اس سے مراد مشرق اور مغرب کے کلیساؤں کا زبردست اختلاف ہے جس کی بنا پر مشرقی کلیسا، ہمیشہ کیلئے رومن کیتھولک چرچ سے جدا ہوگیا، اور اس نے اپنا نام بھی بدل کر "دی ہولی آرتھوڈکس چرچ The Holy Orthodic church" رکھ لیا، نفاق عظیم کے اسباب بہت سے ہیں، مگر ان میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ اس علیحدگی کی پہلی وجہ مشرقی اور مغربی نظریات میں اختلاف تھا، مشرقی کلیسا کا عقیدہ یہ تھا کہ روح القدس کا اقنوم صرف باپ کے اقنوم سے نکلا ہے، اور بیٹے کا اقنوم اس کے لئے محض ایک واسطہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور مغربی کلیسا کا کہنا یہ تھا کہ روح القدس کا اقنوم باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے، دوسرے مشرقی کلیسا کا خیال یہ تھا کہ دونوں بالکل برابر ہیں، مشرقی کلیسا اہل مغرب پر یہ الزام لگاتا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے نیقیا دی کونسل کے فیصلہ میں بعض الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں جو اصل فیصلہ میں موجود نہ تھے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مغرب و مشرق کی کلیساؤں میں نسلی امتیاز کی جڑیں خاصی گہری تھیں، مغرب

میں اطالوی اور جرمنی نسل تھی، اور مشرق میں یونانی اور ایشیائی۔

۳۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے سلطنت روما دو ٹکڑوں پر تقسیم ہوگئی تھی، اس لئے قسطنطینہ کا شہر روم کے قدیم شہر کا مکمل حریف بن چکا تھا۔

۴۔ اس کے باوجود پاپائے روم اس بات کیلئے تیار نہ تھا کہ اپنا اقتدار اور بالا دستی قسطنطینہ کے بطریرک کے حوالہ کردے اور یا اسے اپنا حصہ دار بنائے۔

۵۔ ان حالات کی وجہ سے اس افتراق کا مواد بری طرح سے پک رہا تھا، کہ اسی دوران پوپ لیونہم نے ۱۰۵۴ء (۴۴۶ھ) میں مغربی عقائد ونظریات کو مشرق پر تھوپنے کی کوشش کی، قسطنطینہ کے بطریرک میکائیل نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اور پوپ کے سفراء نے سینٹ صوفیا کے گرجے میں قربان گاہ پر اناتھیما (لعنت) کے کلمات لکھ دیئے، بس اسی واقعہ نے گرم لوہے پر آخری ضرب لگادی، اور نفاق عظیم مکمل ہوگیا۔

صلیبی جنگیں: اس عہد کی دوسری خصوصیت صلیبی جنگیں ہیں، جنہیں عیسائی مورخین کروسیڈ (crusade) کے نام سے یاد کرتے ہیں،، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیت المقدس شام وفلسطین کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوگیا تھا، اس وقت تو عیسائی دنیا کے لئے دفاع ہی ایک زبردست مسئلہ تھا، اس لئے آگے بڑھ کر دوبارہ ان مقدس علاقوں پر قبضہ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، البتہ جب مسلمانوں کی طاقت کا بڑھتا ہوا سیلاب کسی حد پر رکا، اور مسلمانوں میں کسی قدر کمزوری آئی، تو عیسائیوں بادشاہوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کے اشاروں پر بیت المقدس کو دوبارہ حاصل کرنے کا بیڑہ اٹھایا، یہ جنگیں سلجوقی، ترکوں اور ایوبی سلاطین کے خلاف لڑی گئیں ان جنگوں سے پہلے مذہبی جنگ یا کروسیڈ کا کوئی تصور نہیں تھا لیکن ۱۰۹۵ء (۴۸۸ھ) میں پوپ اربن دوم نے کلیئر مونٹ کونسل میں یہ اعلان کردیا کہ کروسیڈ مذہبی جنگ ہے۔ کلیرک اپنی تاریخ کلیسا میں اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے اربن نے یہ عام اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی اس مذہبی جنگ میں حصہ لے گا اس کی مغفرت یقینی ہے، اور محمد ﷺ کی طرح اس نے بھی یہ وعدہ کیا کہ جو لوگ جنگ میں مریں گے وہ لوگ سیدھے جنت میں جائیں گے۔" اس طرح سات کروسیڈ لڑے گئے، جن میں آخر کار عیسائیوں کو سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں بری طرح شکست ہوئی۔

پاپائیت کی بد عنوانیاں: صلیبی جنگ کے بعد پوپ کا اقتدار کافی حد تک کم ہونے لگا

تھا، لیکن پوپ انوسینٹ چہارم نے اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس منصب کو سیاسی اور دنیاوی مقاصد کیلئے استعمال کرنا شروع کردیا، اس زمانے میں مغفرت ناموں کی تجارت عام ہوگئی، اور مخالف فرقوں کے افراد کو زندہ جلا کر اذیت رسانی کی انتہا کردی گئی۔ بعد کے پاپاؤں نے ان بدعنوانیوں کو انتہا تک پہنچا دیا، اس دوران پوپ بونیفش ہشتم نے شاہ ایڈورڈ اول اور فرانس کے شاہ فلپ چہارم سے زبردست دشمنی ٹھان لی، جس کے نتیجے میں روما کی سلطنت سے اکہتر سال تک ۱۳۰۵ء (۷۰۴ھ) یا ۱۳۷۶ء (۷۷۹ھ) پاپائیت کا بالکل خاتمہ ہوگیا، اس عرصہ میں پوپ فرانس میں رہتے رہے، اس لئے اس زمانے کو "اسیری بابل" (Baby lonish Captivity) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، پھر ۱۳۷۸ء (۷۸۰ھ) سے ۱۴۱۳ء (۸۱۶ھ) تک ایک نئی مصیبت یہ کھڑی ہوگئی کہ عیسائی دنیا میں ایک کے بجائے دو پوپ منتخب ہونے لگے، جن میں سے ہر ایک اپنے اقتدار اعلیٰ کا دعویدار تھا، اور با قاعدہ کارڈینلوں کے ذریعہ منتخب ہوتا تھا، ایک پوپ، فرانس، اسپین اور نےپلس کے علاقوں میں منتخب کیا جاتا، جسے ایونن پوپ (Avignon pope) کہتے تھے، اور دوسرا، اٹلی انگلینڈ اور جرمنی کا تاجدار ہوتا تھا جسے رومن پوپ (Roman pope) کہتے تھے، اس انتشار کو بھی بعض مورخین "نفاق عظیم" کہتے تھے

اصلاح کی ناکام کوششیں: جس زمانے میں پاپائیت کی بدعنوانیاں اپنے عروج پر تھیں، بہت سے مصلحین نے حالات کی اصلاح کی کوشش کی، ان لوگوں میں ویکلف (متوفی ۱۳۸۴ء (۷۸۶ھ)) کا نام سرفہرست ہے، جو کلیسوں کی ایجاد کردہ بدعتوں کا دشمن تھا۔ اور نیک و پرہیزگار پاپاؤں کے انتخاب کا داعی، اسی نے سب سے پہلے بائبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا، جو ۱۳۵۸ء (۷۸۷ھ) میں شائع ہوا، حالانکہ اس سے پہلے بائبل کا کسی اور زبان میں ترجمہ کرنا ایک سنگین جرم سمجھا جاتا تھا، اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کے بعد جان ہس اور جیروم اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے، لیکن ابھی ان اصلاحات کے لئے فضا سازگار نہ تھی۔

پاپاؤں کے افتراق اور "نفاق عظیم" کو ختم کرنے کیلئے ۱۴۰۹ء (۸۱۲ھ) میں کونسل پیسا (Concil pisa) بلائی گئی، جس میں اسی بشپ شریک ہوئے، اور انہوں نے دونوا حاسد پاپاؤں کو معزول کر کے الیگزینڈر پنجم کو پوپ منتخب کرلیا، لیکن وہ فوراً مر گیا، اس کے بعد ایک بحری ڈاکو جان بست وسوم کو پوپ نامزد کیا گیا، مگر وہ اپنے معاصر پاپاؤں کو نہ دبا سکا اور نتیجہ یہ نکلا

کلیسا میں دو کہ بجائے تین پوپ ہوگئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ افتراق اور زیادہ بڑھ گیا۔

بالآخر نومبر ۱۴۱۴ء (۸۱۷ھ) میں کانسٹنس کے مقام پر ایک کونسل بلائی گئی، جس میں نفاق عظیم کا تو خاتمہ ہوا، لیکن اسی کونسل میں جان ہس کی اصلاحی تعلیمات کو باتفاق بدعتی قرار دیدیا گیا، اور اس کے نتیجہ میں ہس اور اس کے شاگرد جیروم کو زندہ جلا دیا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ پاپائیت کی اخلاقی اور مذہبی بدعنوانیاں بدستور برقرار رہیں۔

لیکن جان ہس کی تحریک بیداری کی تحریک تھی، اور ظلم وستم سے نہ دب سکی، اس کی تعلیمات سے متاثر ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ پوپ کو اپنا اقتدار متزلزل ہوتا ہوا نظر آیا، تو اس نے ۱۴۳۱ء (۸۳۴ھ) میں باسل میں ایک کونسل بلائی جس میں اصلاح کی تحریک کو دلائل کے ذریعہ دبانے کی کوشش کی گئی، مگر اس کا کوئی خاص نتیجہ نہ نکل سکا۔

عہد اصلاح اور پروٹسٹنٹ فرقہ: آخر کار ۱۴۸۳ء (۸۸۸ھ) میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی مارٹن لوتھر پیدا ہوا، جس نے پاپائیت کے تابود میں آخری کیل ٹھونک دی، اس نے اپنی زندگی میں سب سے پہلے مغفرت ناموں کی تجارتوں کے خلاف آواز بلند کی، جب اسے قبول کرلیا گیا تو اس نے پوپ کے غیر معمولی اختیارات کے خلاف بغاوت کردی، اور بپتسمہ اور عشاء ربانی کے سوا ان تمام رسوم کو من گھڑت بتایا، جو رومی کلیسا نے ایجاد کر رکھی تھیں، سوئیزرلینڈ میں زونگلی نے بھی آواز بلند کی، اور ان کے بعد سولہویں صدی کے ابتداء میں جان کالون اسی تحریک کو لیکر جنیوا میں آگے بڑھا، یہاں تک کہ یہ آواز فرانس، اٹلی، جرمنی اور یورپ کے ہر خطہ سے اٹھنی شروع ہوگئی، اور بالآخر انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم اور ایڈورڈ چہارم بھی اسی تحریک سے متاثر ہوگئے، اور اس طرح پروٹسٹنٹ فرقہ کیتھولک فرقہ کا مضبوط مقابل بن گیا۔

عقلیت کا زمانہ: اب وہ زمانہ شروع ہو چکا ہے جب یورپ نے نشاۃ ثانیہ کے بعد سائنسی اور تیکنیکی ترقی میں دنیا کے ہر خطہ کو پیچھے چھوڑ دیا، یورپ کی وہ قومیں جو اب تک غاروں میں پڑی سورہی ہیں بیدار ہوئیں، پادریوں اور پاپاؤں کی علم دشمنی اور بدعنوانیوں نے ان کے دل میں مذہب کی طرف سے شدید نفرت پیدا کردی۔ مارٹن لوتھر نے پہلی بار کلیسا کے خلاف جنگ لڑنے اور بائبل کی تشریح وتعبیر میں اپنے اسلاف سے اختلاف کرنے کی جرأت کی تھی۔ مگر یہ دروازہ جب ایک مرتبہ کھلا تو کھلتا چلا گیا۔ لوتھر نے تو صرف بائبل کی تشریح وتعبیر کا اختیار اپنے

ہاتھ میں لیا تھا، مگر خود بائبل پر نکتہ چینی کی ہمت اسے خود بھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد آنے والوں نے اپنی تنقید میں بائبل کو بھی نہ بخشا اور عیسائیت کے ایک اور عقیدہ کو اپنی تنقید طعن و تشنیع بلکہ استہزاء و تمسخر کا نشانہ بنانے لگا۔

ان لوگوں کا نعرہ یہ تھا کہ مذہب کے ایک ایک مزعوے کو عقل کی کسوٹی پر رکھا جائیگا۔ اور ہر اس بات کو دریا برد کر دیا جائے گا جو ہماری عقل میں نہ آتی ہو چاہے اس کے لئے کتنے ہی ایسے عقائد و نظریات کو خیر باد کہنا پڑے، جنہیں کلیسا عرصہ دراز سے تقدس کا لبادہ پہنا کر سینے سے لگائے چلا آرہا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو عقلیت پسند (Rationalis) اور اپنے زمانے کو ''عقلیت کا زمانہ'' کہتے تھے

عقلیت کا نشہ جب چڑھنا شروع ہوا تو تو کوئی عقیدہ اس کی دست برد سے سلامت نہ رہا، یہاں تک کہ وولٹائر ۱۶۹۴ء (۱۱۰۵ھ) ۱۷۸۸ء (۱۲۰۲ھ) جیسے ملحد بھی پیدا ہوئے، جنہوں نے سرے سے خدا کے وجود ہی میں شک وارتیاب کا بیج بو دیا۔ اور اس کے بعد کھلم کھلا خدا کا انکار کیا جانے لگا، ہمارے زمانے کا مشہور فلسفی برٹرینڈ رسل اس طبقہ کا آخری نمائندہ تھا۔

تجدد کی تحریک: مذہب کے ماننے والوں پر عقلیت کی تحریک کا ردعمل دو طرح ہوا، کچھ لوگ تو وہ تھے جنہوں نے عقلیت کی اس تحریک سے مرعوب ہو کر مذہب میں تبدیلیاں شروع کیں، اس تحریک (Modrenism) کو تجدد کی تحریک کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مذہب بنیادی طور پر درست ہے، مگر اس کی تشریح و تعبیر غلط طریقہ سے کی جاتی رہی ہے، بائبل میں اتنی لچک موجود ہے کہ اسے ہر زمانے کے انکشافات اور سائنٹفک تحقیقات کے مطابق بنایا جا سکتا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے بائبل کے بعض غیر اہم حصوں کو نا قابل اعتبار بھی کہا جا سکتا ہے، اور اس کے متوارث الفاظ اور معنی کی قربانی بھی دی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر پل لین کے بیان کے مطابق اس طبقہ کا سرکردہ مشہور فلسفی ردسو تھا۔

احیاء کی تحریک: عقلیت کی تحریک کا دوسرا ردعمل اس کے بالکل برخلاف یہ ہوا کہ بعض مذہبی طبقوں میں خاص رومن کیتھولک مذہب کو از سر نو زندہ کرنے کی تحریک شروع ہوگئی۔ یہ تحریک ''احیاء مذہب قدیم'' کی تحریک (Catholic revival movement) کہلاتی ہے۔ اس تحریک کے علمبرداروں نے ''عقلیت پسندوں'' کے خلاف جنگ شروع کی، اور کہا کہ

عیسائیت وہی ہے جو ہمارے اسلاف نے سمجھی تھی۔ اور جس کا ذکر ان کی نسلوں کے فیصلوں کو چلا آتا ہے۔ کلیسا کو پھر سب سے بڑا صاحب اقتدار ادارہ ہونا چاہئے۔ اور کیتھولک عقائد میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ یہ تحریک انیسویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی تھی۔ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جب کہ لوگ۔ مادیت کا پورا پورا تجربہ کرنے کے بعد اس کے دامن سے سینکڑوں گھاؤ لے کر لوٹ رہے تھے۔ مادی تہذیب نے مغربی زندگی میں جو زبردست بے چینی پیدا کر دی تھی۔ اس کی وجہ سے پھر ایک بار روح کی طرف توجہ دینے کا شعور تازہ ہو رہا ہے۔ احیاء کی تحریک نے ایسے لوگوں کو سنبھالا اور پھر وہ ایک مرتبہ پھر عیسائیت کی ان قدیم نظریات کی گود میں جا گری جنہوں نے عیسائی دنیا کو تیرہویں اور چودھویں صدی میں تباہی کے کنارے پر لا کر کھڑا کیا تھا۔

عیسائی دنیا میں ہمارے زمانے تک یہ تینوں تحریکیں (تحریک عقلیت، تحریک تجدد اور تحریک احیاء) باہم برسرپیکار ہیں، اور تینوں کے نمائندے بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

تحریف کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی لفظی اور دوسری معنوی۔ دوسری قسم کی نسبت ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے کیونکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ عہد عتیق کی وہ آیات جس میں عیسائیوں کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی جانب اشارہ تھا، اور وہ احکام جو یہودیوں کے نزدیک دائمی اور ابدی ہیں، ان کی تفسیر میں یہودیوں کی جانب سے تحریف معنوی کا صدور ہوا ہے۔ اور علماء پروٹسٹنٹ یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ پوپ کے معتقدین (یعنی رومن کیتھولک) کی طرف سے دونوں عہد ناموں میں اس قسم کی تحریف کی گئی ہے۔ بلکل اسی طرح پوپ کے معتقدین یہی الزام بڑی شدت سے پہلے فریق پر لگاتے ہیں۔ اس لئے ہم کو اس کے ثابت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

اب تحریف لفظی باقی رہ جاتی ہے جس علماء پروٹسٹنٹ عام مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے سختی سے انکار کرتے ہیں اور جھوٹے من گھڑت دلائل اپنے رسالوں میں پیش کرتے ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو شک میں مبتلا کرسکیں۔ اس لئے اس کے ثابت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تحریف لفظی اپنی قسموں سمیت خواہ الفاظ کی تبدیلی ہو یا کمی یا بیشی، ان کتابوں میں موجود ہے۔

تحریف لفظی ،الفاظ کی تبدیلی کی شکل میں: اس کے تحت مولانا

کیرانویؒ نے کل ۳۴ ثبوت پیش کئے ہیں اس میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت آدمؑ سے طوفان نوح تک کا زمانہ عبرانی نسخہ کے مطابق ۱۶۵۶ سال ہے۔ یونانی نسخہ کے مطابق ۲۲۶۲ سال بنتا ہے اور سامری نسخہ کے مطابق ۱۳۰۷ سال ہے۔ مذکورہ نسخوں میں مذکورہ مدت کے بیان میں بے شمار فرق موجود ہے اور اتنا شدید اختلاف ہے کہ اس میں تطبیق ممکن نہیں ہے، اسی فحش اختلاف کی بناء پر مشہور یہودی مؤرخ یوسیفس نے جو عیسائیوں کے نزدیک بھی معتبر ہے، ان میں سے کسی نسخہ پر اعتماد نہیں کیا اور فیصلہ کیا کہ صحیح مدت ۲۲۵۶ سال ہے۔

۲۔ کتاب الاستثناء ''باب۔ ۲۷'' آیت ۴ نسخۂ عبرانی میں یوں کہا گیا ہے کہ ''سو تم ہر دن کے پار ہو کر ان پتھروں کو جن کی بابت میں تم کو آج کے دن حکم دیتا ہوں، کوہِ عیبال پر نصب کر کے ان پر چونے کی استر کاری کرنا'' اور یہ عبارت سامری نسخہ میں اسطرح ہے کہ ''ان پتھروں کو جن کی بابت میں تم کو آج حکم دیتا ہوں کوہِ جریزم پر نصب کرو۔'' مشہور مفسر آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد اوّل کے صفحہ ۸۱۷ میں کہتا ہے کہ ''محقق کنی کاٹ سامری نسخہ کی صحت کا مدعی ہے اور محقق پاری اور محقق درشیوز'' دونوں عبرانی نسخہ کی صحت کے دعویدار ہیں۔ لیکن کنی کاٹ کے دلائل لا جواب ہیں اور لوگوں کو یقین ہے کہ یہودیوں نے سامریوں کی عداوت میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور یہ بات بھی سب کو تسلیم ہے کہ جریزم میں بیشمار چشمے، باغات اور نباتات ہیں۔ جبکہ عیبال ایک خشک پہاڑ ہے جس میں ایک بھی مذکورہ خوبی موجود نہیں ہے۔''

۳۔ زبور۔ ۴۰، آیت۔ ۶ میں ہے کہ ''تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں''۔ پولس نے عبرانیوں کے نام خط کے باب۔ ۱۰، آیت۔ ۵ میں زبور کا یہ جملہ نقل کیا ہے مگر اس میں اس کی جگہ یوں ہے کہ ''بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔'' اس لئے یقیناً ایک عبارت غلط اور محرف ہے۔ مفسر آدم کلارک تحریف کی نسبت زبور کی عبارت کی جانب کرتا ہے جبکہ مفسرین ڈی آئی اور رچرڈ منٹ تحریف کی نسبت انجیل یعنی عبرانیوں کے نام خط کی جانب کرتے ہیں۔

۴۔ کتاب تواریخ اوّل کے باب۔ ۷، آیت۔ ۶ میں یوں کہا گیا ہے کہ ''بنی بنامین یہ ہیں: بالع، بکر۔ یدلعیل۔'' اسی کتاب کے باب۔ ۸ میں ہے کہ ''اور بنیامین سے اس کا پہلوٹھا بالع پیدا ہوا، دوسرا اشبیل، تیسرا اخرج، چوتھا نوحہ، پانچواں رفا'' اور کتاب پیدائش کے باب۔ ۴۶، آیت ۲۱ میں ہے کہ ''بنی بنیامین یہ ہیں: بالع اور بکر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان اور اخی اور روس اور

ہفیم اور حفیم اور ارد'' ان تینوں عبارتوں میں دو طرح کا اختلاف ہے اوّل ناموں میں اور دوسرے تعداد میں۔ پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیامین کے تین بیٹے ہیں، دوسری کہتی ہے کہ پانچ ہیں اور تیسری سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہیں۔

۵۔ آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد۔۴ میں کتاب الشعیاء کے باب۔۲ کی تفسیر میں کہتا ہے کہ ''اس جگہ عبرانی متن میں بے شمار تحریف کی گئی ہے۔''

تحریف لفظی، الفاظ کی زیادتی کی شکل میں : اس کے تحت مولانا کیرانویؒ نے کل ۴۵ ثبوت پیش کئے ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب پیدائش کے باب۔۳۶، آیت۔۳۰ میں یوں کہا گیا ہے کہ ''یہی وہ بادشاہ ہیں کہ جو ملک ادوم پر، پیشتر اس کے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو، مسلط تھے۔'' اس آیت کا موسیٰؑ کا کلام ہونا ممکن نہیں ہے۔ یہ بات کہنے والا اس دور کا کوئی شخص ہے، جب بنی اسرائیل کی سلطنت قائم ہو چکی تھی اور ان کا پہلا بادشاہ ساول (یعنی طالوت) ہوا ہے، جو موسیٰؑ سے ۳۵۶ سال بعد گزرا ہے۔ آدم کلارک اپنی تفسیر میں کہتا ہے کہ ''میرا گمان غالب یہ ہے کہ موسیٰؑ نے یہ آیت نہیں لکھی ہے۔''

۲۔ کتاب گنتی کے باب ۲۱ میں ہے کہ ''اور خداوند نے اسرائیل کی فریاد سنی اور کنعانیوں کو ان کے حوالہ کر دیا اور انھوں نے ان کو اور ان کے شہروں کو نیست کر دیا، چنانچہ اس جگہ کا نام بھی حرمہ پڑ گیا۔'' آدم کلارک اپنی تفسیر میں کہتا ہے کہ ''میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آیت یوشعؑ کی وفات کے بعد شامل کی گئی ہے کیونکہ تمام کنعانی موسیٰؑ کے عہد میں ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ان کی وفات کے بعد ہلاک ہوئے۔''

۳۔ کتاب استثناء کے باب ۲۳ کی آیت۔۲ میں کہا گیا ہے کہ ''کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو، دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خدا کی جماعت میں نہ آنے پائے۔'' ظاہر ہے کہ یہ حکم خدا کا نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ داؤدؑ سے فارض تک ان کے آباء واجداد خدا کی جماعت میں داخل نہ ہوں کیونکہ داؤدؑ فارض کی دسویں پشت میں ہیں، جیسا کہ انجیل متی کے باب اوّل سے معلوم ہوتا ہے اور فارض ولد الزنا ہے جس کی تصریح کتاب پیدائش کے باب۔۳۸ میں موجود ہے۔ مفسر بارسلے نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ الفاظ کہ ''دسویں پشت تک اس کی

نسل میں سے کوئی خدا کی جماعت میں نہ آنے پائے۔'' الحاقی ہیں۔

۴۔ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے یوشع کے آخری باب کی تشریح میں یوں کہا ہے کہ ''آخر کی پانچ آیتیں یقیناً یوشع کا کلام نہیں ہیں (کیونکہ ان میں حضرت یوشعؑ کی رحلت اور بعد کے واقعات مذکورہ ہیں) بلکہ ان کو فیخاس یا سموئیل نے شامل کیا ہے اور متقدمین میں اس قسم کے الحاق کا رواج بکثرت موجود ہے۔''

تحریف لفظی، الفاظ حذف کرنے کی شکل میں: اس کے مولانا کیرانویؒ نے کل بیس ثبوت پیش کئے ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب پیدائش کے باب۔۴ کی آیت۔۸ میں یوں کیا گیا ہے کہ ''اور قائن نے اپنے بھائی ہابل کو کچھ کہا اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو یوں ہوا کہ قائن نے اپنے بھائی ہابل کو قتل کر دیا۔'' اور سامری، یونانی اور قدیم ترجموں میں اس طرح کہا ہے کہ ''قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کہا کہ آؤ ہم کھیت کی طرف چلیں اور وہ دونوں کھیت پر پہنچے...... (آخر تک)'' اس میں یہ عبارت کہ ''آؤ کھیت کی طرف چلیں'' عبرانی نسخہ سے خارج کر دی گئی ہے۔

۲۔ کتاب پیدائش کے باب۔۷ کی آیت ۱۷ عبرانی نسخہ میں یوں کہا ہے کہ ''اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا۔'' اور یہی جملہ بہت سے لاطینی نسخوں اور یونانی ترجموں میں اس طرح ہے کہ ''اور طوفان چالیس شب و روز زمین پر رہا۔'' مفسر ہورن کہتا ہے کہ ''ضروری ہے کہ لفظ شب و روز کا اضافہ عبرانی متن میں کیا جائے۔''

۳۔ سفر خروج کے باب ۶ کی آیت۔۲۰ میں اس طرح کہا گیا ہے کہ ''اس سے ہارونؑ اور موسیٰؑ پیدا ہوئے۔'' اور سامری نسخہ اور یونانی ترجمہ میں اس طرح ہے کہ ''پھر اس سے ہارونؑ و موسیٰؑ اور ان کی بہن مریم پیدا ہوئے۔'' لفظ ''ان کی بہن'' عبرانی نسخہ میں حذف کر دیا گیا ہے۔ آدم کلارک کہتا ہے کہ ''بعض بڑے محققین کا خیال ہے کہ یہ لفظ عبرانی متن میں موجود تھا۔''